M10/1/A1URD/SP1/URD/TZ0/XX

22100327

International Baccalaureate®
Baccalauréat International
Bachillerato Internacional

URDU A1 – STANDARD LEVEL – PAPER 1
OURDOU A1 – NIVEAU MOYEN – ÉPREUVE 1
URDU A1 – NIVEL MEDIO – PRUEBA 1

Thursday 13 May 2010 (afternoon)
Jeudi 13 mai 2010 (après-midi)
Jueves 13 de mayo de 2010 (tarde)

1 hour 30 minutes / 1 heure 30 minutes / 1 hora 30 minutos

INSTRUCTIONS TO CANDIDATES

- Do not open this examination paper until instructed to do so.
- Write a commentary on one passage only. It is not compulsory for you to respond directly to the guiding questions provided. However, you may use them if you wish.

INSTRUCTIONS DESTINÉES AUX CANDIDATS

- N’ouvrez pas cette épreuve avant d’y être autorisé(e).
- Rédigez un commentaire sur un seul des passages. Le commentaire ne doit pas nécessairement répondre aux questions d’orientation fournies. Vous pouvez toutefois les utiliser si vous le désirez.

INSTRUCCIONES PARA LOS ALUMNOS

- No abra esta prueba hasta que se lo autoricen.
- Escriba un comentario sobre un solo fragmento. No es obligatorio responder directamente a las preguntas que se ofrecen a modo de guía. Sin embargo, puede usarlas si lo desea.

2210-0327

© International Baccalaureate Organization 2010

ذیل میں اردو کے معروف افسانہ نگار اسد محمد خان کے افسانے ''باسودے کی مریم'' سے چند اقتباسات دیئے گئے ہیں۔ان اقتباسات میں سے کسی ایک کی تشریح کیجئے۔یہ ضروری نہیں کہ اقتباسات کے اختتام پر دیئے گئے سوالات کے جوابات تحریر کیے جائیں۔تاہم آپ چاہیں تو ایسا کر سکتے ہیں۔

1۔

مریم نے تیاریاں شروع کر دیں۔وہ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے گنگناتی رہتیں کہ کھواجہ پیا جرا کھولو کو ڑیاں۔ ان پر مکے مدینے کی کھڑکیاں کھلی ہوئیں تھی اور ان کھڑکیوں سے نبیؐ جی کے مقدس پیراہن کی خوشبو چلی آ رہی تھی۔کسی نے چھیڑنے کو کہہ دیا کہ تم کو ڈھنگ سے نماز پڑھنی تو آتی نہیں، قرآن شریف تو یاد نہیں ہے، پھر حج کیسے کرو گی؟

مریم بپھر گئیں۔''رے مسلمان کی بٹیا، مسلمان کی جورو ہوں نماج پڑھنا کا ہے نئیں آتی۔رے کلمہ سریپ سن لے، چاروں کل سن لے۔اور کیا چیے تیرے کو؟ ہاں اور کیا چیے؟'' پھر ان کے دل میں تو نبیؐ جی کے پیار کا چمن بھی کھلا ہوا تھا کہ یہی بہت تھا۔

مگر ایک دن شتاب خاں کا خط آیا کہ ممدو کی حالیت کھراب ہے، بکریاں بیچ باچ کے علاج مالجہ کرایا، جمین گروی رکھ دی۔اب بالکل پیسے نئیں ہیں۔صورت دیکھنا چاہتی ہے تو خط کو تار سمجھنا۔مریم کی آنکھوں میں مکہ مدینہ دھندلا گیا۔انھوں نے نو سکڑے تین بیسی سات روپے چادر میں باندھے اور روتی پیٹتی باسودے کی بس میں جا بیٹھیں۔ابا ساتھ جانا چاہتے تھے انھیں سختی سے منع کر دیا۔

ممدو تو ان کی ذمہ داری تھا وہ کسی اور کو اس میں کیوں شریک کرتیں۔مریم کا یہ اصول بڑا اسفاک تھا۔انھوں نے باسودے خیریت سے پہنچنے کا خط تو لکھوا دیا پر ممدو کے بارے میں ایک لفظ نہیں لکھوایا۔مہینے گزر گئے، کسی نے بتایا کہ وہ ممدو کو علاج کیلئے اندور لے گئی ہیں، پھر پتا چلا کہ بمبئی میں صابو صدیق کی سرائے میں نظر آئی تھیں، پھر پتا چلا کہ ممدو مر گیا ہے۔پھر ایک لٹی لٹائی مریم گھر لوٹ آئیں۔

میں اسکول سے گھر پہنچا تو دیکھا کہ مریم صحن میں بیٹھی اپنے مرے ہوئے بیٹے کو کوس رہی ہیں۔''رے حرامی تیرا استیاناس جائے رے ممدو! تیری ٹھٹھری نکلے۔اورے بدجناور تیری کبر میں کیڑے پڑیں۔میرے سبرے پیسے کھرچ کرا دیے۔اے ری دُلھین! میں مکے مدینے کیسے جاؤں گی۔بتا ری دُلھین! اب کیسے جاؤں گی؟''

ابا نے کہا، ''میں تمھیں حج کراؤں گا۔''

اماں نے کہا، انا بوا، ہم اپنے جہیز والے کڑے بیچ دیں گے، تمھیں حج کرائیں گے۔''

مگر مریم چپ نہ ہوئیں، دو دن تک روتی رہیں اور ممدو کو کوستی پیٹتی رہیں۔لوگوں نے سمجھایا کہ آخر دولھے میاں بھی تو تمھارا ہی بیٹا ہے، وہ اگر تمھیں حج کرواتا ہے تو ٹھیک ہے، مان کیوں نہیں جاتیں؟ مگر مریم تو بس احسان کرنا جانتی تھیں، کسی بیٹے کا بھی احسان اپنے سر کیوں لیتیں۔انھوں نے تو اپنی کمائی کے پیسوں سے حج کرنے کی ٹھانی تھی۔

ممدو کے مرنے کے بعد مریم شاید ایک دفعہ اور باسودے گئیں اپنی زمین کا تیا پانچا کرنے پھر اسکے بعد باسودے کا زوال شروع ہو گیا۔ مریم کے چوڑے چکلے میواتی سینے میں بس ایک ہی شہر بسا رہ گیا۔ ان کے حجور کا سہر۔ وہ اٹھتے بیٹھتے ''نبی جی، حجور جی'' کرتی رہتیں۔ کبھی تو یوں لگتا کہ انھیں قرار سا آ گیا ہے۔ شاید اس لیے کہ ان کے بھولے بھالے منصوبہ کار ذہن نے ایک نیا مکہ مدینہ فنڈ کھول لیا تھا۔

ابا نے بڑے شوق سے لحاف سلوا کر دیا، مریم چپکے سے جا کر بیچ آئیں۔ عید آئی، مریم کے بھی کپڑے بنے، خدا معلوم کب، کتنے پیسوں میں وہ کپڑے بیچ دیے۔ ابا اماں سمیت، ہم سب کو جو ایک ایک آنہ عیدی دیتی تھیں، فوری بند کر دی۔ پیسا پیسا کر کے پھر مکہ مدینہ فنڈ جمع ہو رہا تھا۔ سب ملا کر ابھی پانچ سو ساٹھ روپے ہی جمع ہوئے تھے کہ مریم کا بلاوا آ گیا۔ مجھے معلوم نہیں کے کب اور کس طرح چل بسیں۔ میں گرمیوں کی چھٹیوں میں اپنی خالہ کے گاؤں گیا ہوا تھا، واپس آیا تو مجھے دیکھ کر اماں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں، ''منجھلے! تیری انا بوا گزر گئیں۔ لڑکے! تجھے بگاڑنے والی گزر گئیں۔''

لوگوں نے بتایا کہ مریم نے مرتے وقت دو وصیتیں کی تھیں۔ ایک وصیت تو یہ تھی کہ تجہیز و تکفین اُنھی کے پیسوں سے کی جائے اور باقی پیسے شتاب خاں کو بھیج دیے جائیں۔ دوسری وصیت کا صرف اماں کو علم تھا۔ اماں کے کان میں انھوں نے مرتے وقت کچھ کہا تھا جو اماں کسی کو بتانا نہیں چاہتی تھیں۔

میں یہاں آ گیا۔ پندرہ برس گزر گئے۔ ۶۵ء میں ابا اور اماں نے فریضۂ حج ادا کیا۔ اماں حج کر کے لوٹیں تو بہت خوش تھیں۔ کہنے لگیں، منجھلے میاں! اللہ نے اپنے حبیبؐ کے صدقے میں حج کرا دیا۔ مدینے طیبہ کی زیارت کرا دی اور تمھاری انا بوا کی دوسری وصیت بھی پوری کرائی۔ عذاب ثواب جائے بڑی بی کے سر، میاں ہم نے تو ہرے بھرے گنبد کی طرف منھ کر کے کہہ دیا کہ یا رسول اللہؐ! باسودے والی مریم فوت ہو گئیں۔ مرتے وخت کہہ رہی تھیں کہ نبیؐ جی سرکار! میں آتی ضرور مگر میرا ممدو بڑا احرامی نکلا۔ میرے سب پیسے خرچ کرا دیے۔

(باسودے کی مریم کتاب: جو کہانیاں لکھیں مصنف: اسد محمد خان۔ صفحہ: 48-50 ناشر: اکادمی بازیافت۔ کراچی)

– اس افسانے کے مرکزی کردار پر تفصیل سے روشنی ڈالیں۔

– اس افسانے کا مصنف اپنے قاری پر جو تاثر مرتب کرتا ہے اس پر اپنی رائے کا اظہار کریں۔

– اس اقتباس میں استعمال کی گئی زبان پر تبصرہ کریں۔

2۔

دنیا کے ستم یاد نہ اپنی ہی وفا یاد
اب مجھ کو نہیں کچھ بھی محبت کے سوا یاد

میں شکوہ بہ لب تھا مجھے یہ بھی نہ رہا یاد
شاید کہ مرے بھولنے والے نے کیا یاد

چھیڑا تھا جسے پہلے پہل تیری نظر نے
اب تک ہے وہ اک نغمہء بے ساز و صدا یاد

جب کوئی حسیں ہوتا ہے سرگرم نوازش
اُس وقت وہ کچھ اور بھی آتے ہیں سوا یاد

کیا جانیے کیا ہو گیا ارباب جنوں کو
مرنے کی ادا یاد نہ جینے کی ادا یاد

مدت ہوئی اک حادثہء عشق کو لیکن
اب تک ہے ترے دل کے دھڑکنے کی صدا یاد

میں ترک رہ و رسمِ جنوں کر ہی چکا تھا
کیوں آگئی ایسے میں تری لغزشِ پا یاد

کیا لطف کہ میں اپنا پتا آپ بتاؤں
کیجے کوئی بھولی ہوئی خاص اپنی ادا یاد

(جگر مرادآبادی، آتش گل، ص۱۰۱، مکتبہء اردو ادب، لاہور)

– شاعر نے اس غزل کے مرکزی خیال کو جس جس انداز سے بیان کیا ہے، اس پر تبصرہ کریں۔

– اس غزل میں شاعر نے جو تشبیہات استعمال کی ہیں، ان پر اظہار خیال کریں۔

– یہ غزل قاری پر جو تاثر مرتب کرنے کی کوشش کرتی ہے اس کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟